اتفاقی اور منصوبہ بند تورّق

خالد سیف اللہ رحمانی

’’وَرِق‘‘ (راء کے زیر کے ساتھ) کے معنی چاندی کے سکہ کے ہیں، عربی زبان کے قاعدہ کے مطابق اس کے طلب کرنے کو’’ تورّق‘‘ کہتے ہیں، (۱) — فقہاء کی اصطلاح میں تورّق یہ ہے کہ انسان کوئی چیز اُدھار خریدے، پھر اسے فروخت کنندہ کے بجائے کسی اور کے ہاتھ نقد قیمت خریداری سے کم میں فروخت کردے؛ تاکہ اسے نقد رقم حاصل ہوجائے :

أن یشتری المرء سلعة نسیئة ، ثم یبیعها نقداً لغیر البائع بأقل مما اشتراها به ، لیحصل بذلک علی النقد .(۲)

اس تعریف سے ظاہر ہوا کہ تورق میں خرید وفروخت کے دو معاملے ہوتے ہیں؛ لیکن پہلے خریدار کا اصل مقصد نقد رقم حاصل کرنا ہوتا ہے، اس سے ملتی جلتی ایک اور شکل ہے، جس کا فقہاء نے ’’بیع عینہ‘‘ کے نام سے ذکر کیا ہے، بیع عینہ کی شکل یہ تھی کہ ’’الف‘‘ کو مثلاً ایک ہزار روپے کی ضرورت ہوتی اور اسے اُمید نہیں ہوتی کہ ’’ب‘‘ اسے قرض کے طور پر یہ رقم دیدے گا، اور ’’ب‘‘ کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس پر کچھ نفع حاصل کرے تو ’’الف‘‘ ’’ب‘‘ سے ایک ہزار کی چیز اُدھار بارہ سو کے بدلہ خرید کرلیتا اور پھر ’’ب‘‘ سے وہی سامان ایک ہزار روپے نقد میں بیچ دیتا، اس طرح ’’الف‘‘ کو ایک ہزار روپے وصول ہوگئے اور ’’ب‘‘ کو دو سو روپے نفع مل گیا، امام ابو یوسفؒ کی طرف منسوب ہے کہ یہ صورت جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں؛ جب کہ امام محمدؒ سے اس صورت کے بارے میں منقول ہے :

هذا البیع في قلبي کأمثال الجبال ذمیم اخترعه أکَلَة الربا .(۳)

---

(۱) دیکھئے: لسان العرب لابن المنظور: ۳۷۵/۱۰، القاموس المحیط ، مصباح المنیر، مادہ ’’وَرِق‘‘۔

(۲) الموسوعة الفقهیة: ۱۴۷/۱۴۔

(۳) ردالمحتار: ۶۱۳/۷۔

میرے دل میں یہ بیع پہاڑ کی طرح معلوم ہوتی ہے، یہ ایسا برا طریقہ ہے جسے سود خواروں نے وضع کیا ہے۔

اورفتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے — اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تورّق اور عینہ میں فرق یہ ہے کہ عینہ صرف دوشخصوں کے درمیان وجود میں آتا ہے اورتورق میں ایک تیسرے شخص کی شمولیت بھی ہوتی ہے۔

حنفیہ کا نقطۂ نظر

تورق کا حکم کیا ہے؟— اس سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلافِ رائے پایا جاتا ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، حنفیہ کے یہاں بیع عینہ کے سلسلہ میں دوقول ہیں: ایک قول جواز کا ہے اوراس کے قائل امام ابو یوسفؒ ہیں، اورایک قول امام محمدؒ کا ہے اوراس سلسلہ میں امام محمدؒ کا جوقول اوپر مذکور ہوااس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے، بیع عینہ کی ایک شکل تو یہی ہے، جس کا اوپر ذکر ہوا، جس میں دوافراد کے درمیان خرید وفروخت کا معاملہ ہوتا ہےاور بیع عینہ کی دوسری صورت بعینہٖ وہی ذکر کی گئی ہے، جسے 'تورق' کہا جاتا ہے؛ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

> **وقال بعضهم : تفسيرها أن يدخلا بينهما ثالثا فيبيع المقرض ثوبه من المستقرض بأثنى عشر درهما ويسلم إليه ، ثم يبيع المستقرض من الثالث الذى أدخلاه بينهما بعشرة ويسلم الثوب إليه ويأخذ منه العشرة ويدفعها إلى طالب القرض ، فيحصل لطالب القرض عشرة دراهم ويحصل لصاحب الثوب عليه اثنا عشر درهما ، كذا في المحيط .(۱)**
>
> بعض حضرات نے کہا کہ عینہ سے مراد یہ ہے کہ دوآدمی اپنے درمیان تیسرے آدمی کو داخل کرلیں، قرض دہندہ اپنا کپڑا قرض لینے والے کے ہاتھ بارہ درہم میں فروخت کرلے اوراسے حوالہ کردے، پھر جس کو قرض مطلوب ہے، وہ اس تیسرے شخص سے — جس کو ان دونوں نے درمیان میں داخل کیا تھا — دس درہم میں فروخت کردے اور کپڑا اس کے حوالہ کردے، نیز اس سے دس درہم لے لے اور یہ تیسرا شخص طالب قرض کو یہ دس درہم دیدے، اس طرح طالب قرض کو دس درہم (نقد) حاصل ہوجائیں اور کپڑے والے کے اس کے ذمہ بارہ درہم ہوجائیں۔

---

(۱) الفتاویٰ الهندية:۲۰۸/۳،ط : مکتبه ماجد کونته۔

اسی طرح علامہ شامیؒ نے بعض مشائخ سے بیع عینہ کی تعریف اس طرح نقل کی ہے :

قال بعضهم : تفسيرها أن يأتي الرجل المحتاج إلى آخر ويستقرضه عشرة دراهم ولا يرغب المقرض في الإقراض طمعاً في فضل لا يناله بالقرض ، فيقول : لا أقرضك ولكني أبيعك هذا الثوب إن شئت باثني عشر درهما وقيمته في السوق عشرة ليبيعه في السوق بعشرة ، فيرضى به المستقرض فيبيعه كذلك ، فيحصل لرب الثوب درهمان وللمشتري قرض عشرة ، وقال بعضهم : هي أن يدخلا بينهما ثالثاً ....(۱)

بعض حضرات نے کہا: اس کی مراد یہ ہے کہ ایک محتاج شخص دوسرے کے پاس آئے اور اس سے دس درہم قرض طلب کرے، قرض دینے والا، قرض دینے کی طرف راغب نہ ہو، اسے لالچ ہو کہ قرض دے کر وہ کوئی نفع حاصل نہیں کرسکتا؛ لہٰذا وہ کہے کہ میں تمہیں قرض تو نہیں دوں گا؛ لیکن اگر چاہو تو میں تم سے بارہ درہم میں یہ کپڑا فروخت کرسکتا ہوں، جس کی قیمت بازار میں دس درہم ہو؛ تا کہ وہ اسے بازار میں دس درہم میں فروخت کرلے؛ چنانچہ طالب قرض اس پر رضامند ہوجائے اور وہ اس کو اسی طرح فروخت کرلے، اس طرح کپڑے کے مالک کو دو درہم کا نفع مل جائے اور خریدار کو دس درہم کا قرض، اور بعض لوگوں نے کہا: یہ خرید وفروخت کرنے والے اپنے درمیان تیسرے شخص کو داخل کرلیں۔

اس طرح کی اور بھی تصریحات فقہاء احناف کے یہاں ملتی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ احناف بھی کم از کم اس کے مکروہ ہونے کے قائل ضرور ہیں اور یہ کراہت بھی تحریمی ہے نہ کہ تنزیہی، اسی طرح علامہ ابن ہمامؒ نے بیع عینہ کی ایک صورت ''عینہ ثلاثیہ'' کے نام سے نقل کی ہے، وہ پوری طرح تورق کے مطابق ہے۔(۲)

مالکیہ کی رائے

مالکیہ اس کے عدم جواز ہی کے قائل ہیں؛ چنانچہ علامہ ابن رشد نے اپنی معروف کتاب ''البیان والتحصیل'' میں متعدد ایسی جزئیات نقل کی ہیں، جو اس نقطۂ نظر کو واضح کرتی ہیں (۳)؛ بلکہ امام مالک کی ایک روایت مروجہ تورّق کے

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار: ۷/۵۴۱-۵۴۲۔

(۲) دیکھئے: فتح القدیر: ۶/۲۳۴۔ (۳) دیکھئے: ۷/۸۵-۸۶۔

سلسلہ میں بالکل واضح معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں :

وسئل مالک عن رجل ممن يعين ببيع السلعة من الرجل بثمن إلى آجل ، فاذا قبضها منه ابتاعها منه رجل حاضر كان قاعدا معهما فباعها منه ، ثم إن الذى باعها الاول اشتراها منه بعد ، و ذلک فى موضع واحد ، قال : لا خير فى هذا وراٰه كانه محلّل فيما بينهما .(۱)

امام مالکؒ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو بیع عینہ کرتا ہو کہ وہ کسی شخص سے اُدھار سامان فروخت کرے ، پھر جب خریدار اس پر قرضہ کرلے تو ایک اور شخص جو وہاں موجود ہے اور ان دونوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے ، اس سے خرید کرلے اور یہ خریدار اس کے ہاتھ بیچ دے ، پھر پہلا فروخت کنندہ اس کے بعد دوسرے خریدار سے اسے خرید کرلے اور یہ سب کچھ ایک ہی جگہ پر ہو؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی خیر نہیں ، ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ گویا اس تیسرے شخص کو ان دونوں کے درمیان حلال کرنے کے لئے ہی رکھا گیا ہے۔

مالکیہ کے یہاں ایسے معاملات کے سلسلے میں ایک واضح اُصول ہے ، جس کو علامہ قرافیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ایسے معاملات میں اصل دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ آپ کے قبضہ سے کیا گیا اور کیا چیز واپس آئی ؟ اگر اس کو سامنے رکھ کر سود پیدا ہو جاتا ہو ، تو معاملہ کرنے والوں کے الفاظ وکلمات کا اعتبار نہیں :

والأصل أن ينظر ما خرج من اليد وما خرج إليها ، فإن جاز التعامل به صح وإلا فلا ، ولا تعتبر أقوالهما أي المتبايعين بل أفعالهما فقط ، فهذا هو تلخيص الفرق بين الذرائع التي يجب سدها والذرائع التي لا يجب سدها .(۲)

اصل یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ اس کے ہاتھ سے کیا چیز گئی ہے اور کیا چیز اس کو واپس آئی ہے؟ اگر اس لحاظ سے معاملہ جائز قرار پاتا ہو تب تو درست ہے ورنہ نہیں ، خرید وفروخت کرنے والوں کے اقوال کا اعتبار نہیں ؛ بلکہ صرف ان کے افعال کا اعتبار ہے ، ’’وہ ذرائع جن کو روکنا واجب ہے اور جن کو روکنا واجب نہیں‘‘ کے درمیان فرق کا خلاصہ یہی ہے۔

---

(۱) البيان والتحصيل:۸۹/۷۔ (۲) الفروق:۲۶۹/۳۔

شوافع کی نظر میں

سد ذریعہ کے باب میں بمقابلہ مالکیہ اور دوسرے فقہاء کے امام شافعیؒ کے نزدیک سہولت ہے، امام شافعیؒ نے خود اپنی مایہ ناز تالیف ''کتاب الام'' میں اُدھار خرید وفروخت کی مختلف صورتوں پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، انھوں نے تورق کی صورت تو صراحتاً ذکر نہیں کی ہے؛ لیکن عینہ کے جائز ہونے کی صراحت کی ہے، جس میں تیسرے آدمی کی شرکت کے بغیر فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان یہ عمل انجام پاتا ہے، تورق کا معاملہ تو اس کے مقابلہ نسبتاً خفیف ہے؛ کیوں کہ اس میں تیسرے آدمی کی بھی شرکت ہوتی ہے اور حیلہ کا پہلو نسبتاً ہلکا ہو جاتا ہے، تو یہ صورت تو بدرجۂ اولیٰ ان کے نزدیک جائز ہوگی؛ چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں :

> **فإذا اشترى الرجل من الرجل السلعة فقبضه وكان الثمن إلى أجل ، فلا بأس أن يبتاعها من الذي اشتراها منه ومن غيره بنقد أقل أو أكثر مما اشتراه به ، إلخ . (۱)**
>
> جب ایک شخص دوسرے شخص سے سامان خریدے اور اس پر قبضہ کرلے، نیز قیمت اُدھار ہو تو اس میں حرج نہیں کہ جس نے اس سے خریدا ہے اسی کے ہاتھ یا کسی اور شخص سے وہ اس کو نقد فروخت کردے، خواہ وہ اس کی پہلی قوتِ خرید سے کم ہو یا زیادہ۔

امام شافعیؒ کی بنیادی فکر یہ ہے کہ معاملات میں ظاہر کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ نیت وارادہ کا :

> **أصل ما أذهب أن كل عقد كان صحيحاً في الظاهر لم أبطله بتهمة ولا بعادة بين المتبايعين ، وأجزته بصحة الظاهر ، وأكره لهما النية ، إذا كانت النية لو أظهرت كانت تفسد البيع .(۲)**
>
> میرا اُصولی نقطۂ نظر یہ ہے کہ جو معاملہ بظاہر صحیح ہو، میں اسے محض تہمت یا خرید وفروخت کرنے والے کے درمیان مروج عادت کی وجہ سے باطل قرار نہیں دے سکتا، میں تو بہ ظاہر درست ہونے کی وجہ سے اسے جائز قرار دوں گا؛ البتہ اس کی نیت کو ناپسند کرتا ہوں، اگر یہ نیت ظاہر کردی گئی تو پھر یہ معاملہ فاسد ہو جائے گا۔

چنانچہ علامہ نوویؒ نے بھی بیع عینہ کو جائز قرار دیا ہے اور لکھا ہے: ''**هذا هو الصحيح المعروف في كتب الأصحاب**'' البتہ ابو اسحاق اسفرائنی اور شیخ ابومحمد سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر بیچنے والے شخص کا یہی معمول ہو تو اس

(۱) کتاب الأم:۶۸/۳-۶۹۔

(۲) کتاب الأم:۶۵/۳۔

میں دوسری بیع پہلی بیع کے لئے مشروط سمجھی جائے گی اور دونوں ہی باطل ہو جائیں گی: **وأفتى أبو إسحاق الإسفراييني والشيخ أبو محمد بأنه إذا صار البيع الثاني مشروطاً في الأول فيبطلان** (۱)— چنانچہ شوافع میں بھی متاخرین نے بیع عینہ کو مکروہ قرار دیا ہے، ان میں علامہ ابن حجر ہیثمی، شروانی، ابن قاسم، علامہ رملی اور شبراملسی کا ذکر ملتا ہے (۲)؛ لیکن جیسا کہ مذکور ہوا متاخرین کا یہ نقطۂ نظر بیع عینہ کے بارے میں ہے نہ کہ تورق کے بارے میں، تورق کا معاملہ چوں کہ عینہ سے کمتر ہے، اس لئے ممکن ہے کہ یہ صورت ان کے نزدیک بھی جائز ہو۔

حنابلہ کا نقطۂ نظر

تورّق کی اصطلاح اصل میں حنابلہ ہی کے یہاں ملتی ہے، امام احمدؒ سے اس سلسلہ میں دونوں طرح کا قول منقول ہے؛ لیکن قولِ راجح جائز ہونے کا ہے؛ چنانچہ فقہ حنبلی کی معروف کتاب ''کشاف القناع'' میں ہے :

> **ولو احتاج إنسان إلى نقد فاشترى مالا يساوى مائة بمائة وخمسين مثلاً فلا بأس بذلك نص عليه ، وهي أي : هذه المسألة ، تسمّى مسألة التورّق من الورق وهي الفضة .** (۱۸۶/۳)
>
> اگر کسی انسان کو نقد رقم کی ضرورت ہو اور وہ سو درہم کی چیز مثلاً ڈیڑھ سو درہم میں خرید کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، امام محمدؒ کے یہاں اس کی صراحت ملتی ہے، اس مسئلہ کو تورق کہتے ہیں، جو ورق یعنی چاندی کے لفظ سے ماخوذ ہے۔

علامہ مرداویؒ اس قول کی ترجیح کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''**وهو المذهب وعليه الأصحاب**'' (۳) دوسرے فقہاء نے بھی اس کے جائز ہونے کی صراحت کی ہے۔ (۴)

لیکن فقہاء حنابلہ کی دو نمائندہ شخصیتیں علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ نے پوری قوت اور صراحت کے ساتھ تورق کو ناجائز قرار دیا ہے؛ چنانچہ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں :

> **وكان شيخنا رحمه الله يمنع من مسألة التورق وروجع فيها مراراً وأنا حاضر فلم يرخص فيها ، وقال : المعنى الذي لأجله حرم الربا موجود فيها بعينه مع زيادة الكلفة بشراء السلعة وبيعها والخسارة**

(۱) روضة الطالبين:۳/۴۱۶-۴۱۷۔

(۲) دیکھئے:تحفة المحتاج:۴/۳۲۲،للهيتمى ونهاية المحتاج:۳/۴۶۰،للرملی۔

(۳) الإنصاف:۴/۲۳۷۔

(۴) دیکھئے:الفروع لابن المفلح:۴/۱۷۱۔

فیھا ، والشریعة لا تحرم الضرر الأدنی وتبیح ما ھوأعلی منه .(۱)

ہمارے شیخ (علامہ ابن تیمیہ) تورق سے منع کرتے تھے، میری موجودگی میں کئی باران سے مراجعت کی گئی، مگر انھوں نے اس کی اجازت نہیں دی، انھوں نے کہا کہ سود کو حرام قرار دینے کا جو مقصد ہے وہ بعینہٖ اس میں بھی موجود ہے؛ بلکہ اس سے بڑھ کر؛ کیوں کہ اس میں سامان کو خریدنے اور اس کو بیچنے کی کلفت بھی ہے اور اس میں نقصان اُٹھانا بھی ہے، اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ شریعت کم درجہ کے نقصان کو تو منع کردے اور اس سے اعلیٰ درجہ کے نقصان کو جائز۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول نقل کیا ہے :

التورق أخیة الربا أی أصل الربا۔(۲)

تورق ربا کی جڑ ہے۔

اصحابِ ظواہر امام شافعیؒ کے قول کے مطابق اسے جائز قرار دیتے ہیں اور معاملہ کی ظاہری شکل کو فیصلہ کا مدار بناتے ہیں، علامہ ابن حزم نے اس سلسلہ میں تفصیل سے گفتگو کی ہے۔(۳)

مذاہب کا خلاصہ

غرض کہ حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ، علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کا رجحان اس کے ناجائز یا قریب بہ حرام ہونے کی طرف ہے، اور یہی رائے بعض متأخرین شوافع کی ہے؛ جب کہ شوافع اور اصحابِ ظواہر اسے جائز قرار دیتے ہیں، ماضی قریب کے اہل علم میں بھی اس سلسلہ میں اختلافِ رائے رہا ہے، شیخ عبدالعزیز بن باز سابق مفتی عام سعودی عرب، شیخ محمد بن ابرہیم سابق مفتی عام سعودی عرب، ''**اللجنة الدائمة للبحوث والإفتاء** سعودی عرب، **ھیئة کبار العلماء** سعودی عرب، (۴) دکتور علی محی الدین علی قرہ داغی، شیخ عبداللہ بن سلیمان المنیع، دکتور محمد علی قری وغیرہ اس کے جواز کے قائل ہیں، موجودہ حالات میں مولانا محمد تقی عثمانی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے، اور شیخ محمد بن عثیمین (سابق مفتی اعظم سعودی عرب) نے اسے حالت اضطرار میں جائز قرار دیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اصلاً اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔

---

(۱) إعلام الموقعین:۱۸۲/۳۔

(۲) مجموع الفتاویٰ:۳۰۲/۲۹۔

(۳) دیکھئے:المحلی:۵۷/۹،مسئلہ نمبر:۱۵۵۸۔

(۴) دیکھئے:مجلة المجمع الفقھی الاسلامی ، بحوث الدورة السابعة عشرة:۱۸/۲۔

جب کہ شیخ عبداللہ بن محمد عبدالوہاب آل شیخ، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، شیخ صالح حسین، ڈاکٹر حامد حسان، ڈاکٹر صدیق محمد امین الضریر، ڈاکٹر علی سالوس، ڈاکٹر سالم بن ابراہیم سویلم اور ڈاکٹر عبداللہ بن محمد سلیمی جامعۃ الملک سعود اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور اسی پر مصرف قطر الاسلامی، فیصل بینک بحرین اور شرکۃ الراجحی وغیرہ کا عمل ہے۔(۱)

جائز قرار دینے والوں کی دلیلیں

جن حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے، ان کے پیش نظر درج ذیل دلائل ہیں :

۱- اللہ تعالیٰ نے تجارت کو جائز قرار دیا ہے اور سود کو حرام، اور تورق کی شکل بنیادی طور پر تجارت کی ہے، جس میں ایک شخص سے ایک چیز خریدی جاتی ہے اور خریدار دوسرے شخص سے اسے فروخت کرتا ہے۔

۲- عن أبی سعید الخدری و أبی هريرة رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل رجلاً على خيبر فجاء بتمر جنيب ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أكلّ تمر خيبر هكذا ؟ قال : لا والله يا رسول الله ! إنا لنأخذ الصاع من هذا بالصاعين والصاعين بالثلاثة ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا تفعل ، بع بالدراهم ثم ابتع بالدراهم جنيباً .(۲)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو خیبر پر عامل بنایا، وہ جنیب نامی کھجور لے کر آئے، رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح کی ہیں؟ انھوں نے عرض کیا: خدا کی قسم! نہیں، اے اللہ کے رسول! ہم اس کھجور کا ایک صاع دو صاع کے بدلہ اور دو صاع تین صاع کے بدلہ لیتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کرو؛ بلکہ دو صاع یا تین صاع کھجور کو درہم کے بدلہ فروخت کرو اور درہم سے یہ جنیب نامی کھجور حاصل کرو۔

۳- معاملات میں اصل مباح ہونا ہے، سوائے اس کے کہ حرمت پر کوئی دلیل موجود ہو۔

۴- بعض دفعہ لوگوں کو نقد رقم کی ضرورت پڑتی ہے، اور آج کل لوگ عام طور پر قرض دینے کو تیار نہیں ہوتے، ان حالات میں تورق کے ذریعہ نقد رقم حاصل کی جاسکتی ہے اور سود سے بچا جاسکتا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: مجلّہ مذکورہ۔

(۲) صحیح البخاری مع الفتح ، ط: السلفیة:۳۹۹/۴، ودیگر کتبِ حدیث۔

مانعین کی دلیلیں

جوحضرات اس کے جائز نہ ہونے کے قائل ہیں،انھوں نے حسبِ ذیل اُمور سے استدلال کیا ہے :

۱- **عن أبي إسحاق ، عن امرأته أنها دخلت على عائشة رضي الله عنها نسوة ، فسألتها امرأة فقالت : يا أم المومنين : كانت لي جارية فبعتها من زيد بن أرقم بثمان مائة إلى أجل ، ثم اشتريتها منه بست مائة فنقدته الست مائة ، وكتبت عليه ثمان مائة ، فقالت عائشة : بئس والله ما اشتريت ! وبئس والله ما اشترى ، أخبري زيد بن أرقم أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا أن يتوب . (۱)**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ خواتین آئیں،ایک خاتون نے سوال کرتے ہوئے عرض کیا: ام المومنین ! میری ایک باندی تھی ، میں نے اس کو زید بن ارقم سے آٹھ سو میں فروخت کردیا، پھراسی کوان سے چھ سو میں خرید کرلیا تو میں نے چھ سوان سے وصول کئے اوران کے آٹھ سو ہوگئے ،حضرت عائشہؓ نے کہا کہ خدا کی قسم ! کیا ہی بدترین ہے تمہارا خریدنا اوران کا خریدنا،زید بن ارقم کو بتادو کہ اگرانھوں نے توبہ نہیں کی تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انھوں نے جو جہاد کیا ہے،انھوں نے اس کوضائع کرلیا۔

اس روایت میں بالواسطہ ہی نفع پہنچایا گیا ہے؛ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے بھی قابل قبول نہیں سمجھا۔

۲- رسول اللہ ﷺ نے بیع عینہ سے منع فرمایا؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا :

إذا تبايعتم بالعينة ، وأخذتم أذناب البقر ، ورضيتم بالزرع ، وتركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلًّا لا ينزعه حتى ترجعوا إلى دينكم .(۲)

جب تم بیع عینہ کرنے لگوگے ، بیل کی دم پکڑنے لگوگے ،کھیتی پر راضی ہوجاؤ گے اور جہاد چھوڑ دوگے تو اللہ تعالیٰ تم پرایسی ذلت کومسلط کردے گا ، جواس وقت تک دور نہ ہوگی ، جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس نہ آجاؤ۔

---

(۱) مصنف عبد الرزاق:۸/۱۸۴-۱۸۵،حدیث نمبر:۱۴۱۸۲۔

(۲) منتقى الاخبار مع نيل الأوطار:۵/۲۱۹۔

عینہ میں بھی بالواسطہ روپیہ پر نفع حاصل کیا جاتا ہے اور تورق میں بھی بالواسطہ یہی عمل ہوتا ہے، فرق یہ ہے کہ عینہ دوافراد کے درمیان ہوتا ہے اور تورق تین افراد کے درمیان۔

۳- **عن شيخ من بني تميم قال : خطبنا علي رضی اللہ عنہ قال : نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع المضطر وبيع الغرر وبيع الثمرة قبل أن تبدو الخ .(۱)**

بنی تمیم کے ایک شخص سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مضطر کی بیع غرر یعنی جہالت وابہام والی بیع اور پھل کے قابل استعمال ہونے سے پہلے اس کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

تورق بھی اصل میں حالتِ اضطرار ہی کی بیع ہوتی ہے کہ وہ نقد رقم لینے کے لئے مجبور ہوتا ہے اور اس بنا پر اسے ایک چیز خرید کر بیچنی پڑتی ہے۔

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

إذا استقمت بنقد ثم بعت بنقد فلا بأس ، و إذا استقمت بنقد فبعت بنسيئة فلا خير فيه ، تلک ورق بورق .(۲)

جب تم نقد خریدو اور پھر نقد بیچو تو حرج نہیں اور نقد خریدو اور اُدھار بیچو تو اس میں خیر نہیں، یہ درہم کی درہم سے بیع ہے۔

۵- تورق دراصل ربا کے لئے ایک حیلہ ہے اور شریعت کا ایک مستقل اُصول ''سد ذریعہ'' ہے کہ نہ صرف گناہ کو منع کیا جائے؛ بلکہ ان راستوں کو بھی بند کر دیا جائے جو گناہ کا سبب بنتے ہیں، لہٰذا سد ذریعہ کے طور پر تورق کو ممنوع ہونا چاہئے۔

جواز کے دلائل پر ایک نظر

۱- یہ درست ہے کہ تورق میں دو الگ الگ خرید وفروخت کے معاملات ہوتے ہیں اور خرید وفروخت کو جائز قرار دیا گیا ہے؛ لیکن دونوں معاملات کا مجموعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اصل مقصود سامان کی خرید وفروخت نہیں ہے؛ بلکہ نفع دے کر قرض حاصل کرنا ہے اور معاملات میں صرف الفاظ کی اہمیت نہیں ہوتی؛ بلکہ مقاصد کو بھی اہمیت حاصل ہوتی ہے: **''لا عبرة في العقود للألفاظ والمباني ، والعبرة للمقاصد والمعاني''** —— نیز بعض

(۱) سنن أبوداود، باب بيع المضطر ، كتاب البيوع ،حدیث نمبر:۳۳۸۲۔

(۲) بيان الدليل:۲۳۶/۸،تهذيب السنن لابن قيم:۱۰۹/۵،مصنف عبد الرزاق:۲۳۶/۸۔

دفعہ انفرادی طور پر ایک عقد کا حکم الگ ہوتا ہے؛ لیکن اگر اس کے ساتھ کوئی اور عقد جمع ہو جائے تو اجتماعی حیثیت میں اس کا حکم مختلف ہو جاتا ہے، جمہور فقہاء نے جو بیع عینہ کو منع کیا ہے اس کی بنیاد بھی یہی ہے، ورنہ فی الجملہ دو الگ الگ عقد وہاں بھی پائے جاتے ہیں، اس سلسلہ میں علامہ ابو اسحٰق شاطبیؒ کی یہ بات بڑی چشم کشا ہے :

> ...... **الاستقراء من الشرع عرف أن للاجتماع تأثيراً في أحكام لا تكون في حالة الانفراد ...... فقد نهى عليه الصلاة والسلام عن بيع وسلف وكل واحد منهما لو انفرد لجاز ...... ونهى عن جمع المفترق وتفريق المجتمع خشية الصدقة وذلک يقتضي أن للاجتماع تأثيراً ليس للانفراد .(۱)**
>
> ......احکامِ شریعت کے استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام میں اجتماع کا وہ اثر ہوتا جو انفراد کا نہیں ہوتا...... چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بیع اور قرض سے منع فرمایا؛ حالاں کہ ان میں سے ہر ایک کو اگر انفرادی طور پر کیا جائے تو جائز ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کے خوف سے الگ الگ مال کو جمع کرنے اور جو مال ایک جگہ ہو اس کو الگ الگ کرنے کی ممانعت فرمائی ، اس کا تقاضہ ہے کہ اجتماعی حیثیت کے ایسے آثار واحکام ہوتے ہیں، جو انفرادی حیثیت کے نہیں ہوتے ۔

۲- جہاں تک معمولی تمر (کھجور) بیچ کر عمدہ تمر (کھجور) خریدنے کی بات ہے، تو اس سلسلہ میں تین باتیں پیش نظر رہنی چاہئیں :

(الف) اس واقعہ میں حضرت بلال ﷺ کا مقصد زیادہ پیسہ دے کر کم پیسہ حاصل کرنا نہیں تھا؛ جیسا کہ تورق میں ہوتا ہے؛ بلکہ اس کا مقصد معمولی کھجور کی جگہ بہتر کھجور حاصل کرنا تھا، اس لئے تورق کے معاملہ اور اس واقعہ کی نوعیت میں فرق ہے۔

(ب) کھجور کی خرید وفروخت والے معاملہ میں دونوں معاملات نقد کئے گئے تھے، اُدھار نہیں، اور سود کی بنیاد بنتی ہے اُدھار معاملہ؛ کیوں کہ سود خوار مہلت کے بدلہ پیسہ وصول کرنا چاہتا ہے، اس لئے فقہاء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اصلاً حرمت ربا نسیئۂ کی ہے، ربا فضل کی حرمت سد ذریعہ کے طور پر ہے۔

(ج) اتفاقی اور انفرادی طور پر بعض حالات میں حیلہ کی اجازت ہو سکتی ہے؛ لیکن اس کو معاملہ کا ایک مستقل طریقہ بنا لینا درست نہیں، یہ حرام کو حلال کرنے کی کوشش ہے۔

---

(۱) الموافقات:۳/۱۷۲-۱۷۳،ط : دار المعرفة ، بيروت۔

۳- یہ درست ہے کہ معاملات میں اصل جائز ہونا ہے؛ لیکن یہ ایسے وقت میں ہے؛ جب کہ حرمت پر کوئی دلیل موجود نہ ہو؛ لیکن اگر کسی معاملہ میں حلت اور حرمت کا شبہ پیدا ہوجائے تو پھر حرمت کو ترجیح دی جائے گی ؛ جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: ''إذا اجتمع الحلال والحرام فقد غلب الحرام''۔

۴- حاجت یقیناً احکام فقہیہ کی ایک اہم اصل ہے ؛ کیوں کہ شریعت کے مقاصد میں سے رفع حرج بھی ہے؛ لیکن نص کے مقابلہ میں حاجت معتبر نہیں ؛ جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے :

المشقة والحرج إنما يعتبر ان في موضع لا نص فيه ، وأما مع النص بخلافه فلا .(۱)

اس لئے بطور مستقل اُصول کے تورق کو جائز قرار دینا درست نہیں ؛ البتہ کوئی شخص بہت ضرورت مند ہوتو فقہاءاحناف کی صراحت ''یجوز الاستقراض بالربح للمحتاج ''(۲) ''حاجت مند کے لئے نفع پر قرض حاصل کرنا جائز ہے'' کے تحت اس کے لئے سودی قرض حاصل کرنے کی گنجائش ہے،خواہ وہ تورق کے ذریعہ ہو یا کسی سودخوار سے لیا جائے۔

خلاصۂ بحث

یہ حقیر،فقہاء کے نقاطِ نظر اوران کی پیش کی گئی دلیلوں کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ایک تو ہے کسی شخص کا انفرادی اور اتفاقی طور پر کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تورق کر لینا،اس کی تو گنجائش ہوسکتی ہے، دوسری شکل یہ ہے کہ کوئی ادارہ اس کو تمویل کا ذریعہ بنائے اور استثمار کے ایک منہج کے طور پر اس کا استعمال کرے یہ جائز نہیں ہوگا ؛ کیوں کہ یہ بہر حال ایک حیلہ ہے، اور حیلہ کو مستقل طریقۂ کار نہیں بنایا جاسکتا ، ورنہ یہ شریعت کے احکام سے کھلواڑ کرنا اور بالواسطہ طریقہ پر حرام کو حلال کرنا ہوگا ، اس کا ایک نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے حیلوں کو اختیار کرنے والا اس کو جائز وحلال سمجھ کر استعمال کرتا ہے، اس لئے نہ اس میں اپنے عمل پر ندامت ہوتی ہے اور نہ کبھی یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے، اس کے برخلاف اگر آدمی کسی کام کو حرام سمجھ کر بہت ہی مجبوری کے تحت کرتا ہے تو اسے اپنے فعل پر ندامت ہوتی ہے، وہ آئندہ اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی غلطی پر تائب بھی ہوتا ہے، اس لئے انفرادی تورق تو جائز ہوگا؛ لیکن منظّم تورّق بطور طریقۂ استثمار کے جائز نہیں۔

هذا ماعندي ، والله أعلم بالصواب ، وعلمهٔ أتم وأحكم .

○ ○ ○

(۱) الأشباه والنظائر مع غمز عيون البصائر:۱/۲۷۱۔ (۲) الأشباه والنظائر:۱۴۹۔